مروّجہ عید میلاد النبیؐ کی شرعی حیثیت

بلاشبہ وہ دن، وہ گھڑی بڑی ہی مبارک تھی جس میں افضل البشر، سیدِ ولدِ آدمؑ، مصلحِ اعظم، رہبرِ عالم، شفیع المذنبین، خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔

اس میں بھی شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہر مسلمان کو اپنے ماں باپ، اولاد، عزیز واقارب اور ہر کسی سے بڑھ کر محبت ہونی چاہیے، ورنہ ایمان کی بھی خیر نہیں! —— لیکن ہمارے سلف صالحین میں سے کسی نے بھی "عید میلاد النبیؐ" نام کا کوئی نمونہ نہیں چھوڑا۔ حالانکہ ان حضرات کو آپؐ سے جو حقیقی محبت تھی، وہ ہمارے عوام وخواص میں کب پائی جاتی ہے؟ —— پھر خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو معلمِ انسانیت، معلمِ کتاب وحکمت اور امت کو شریعت کے اسرار ورموز سے آگاہ کرنے والے تھے، آپؐ کے اسوۂ حسنہ میں بھی ہمیں اس کا نام ونشان تک نظر نہیں آتا —— حالانکہ یہی اسوۂ حسنہ ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے، قرآنِ مجید میں ہے:

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا" (الاحزاب: ۲۱)

"تم کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی (کرنی) بہتر ہے (یعنی) اس شخص کو، جسے اللہ تعالیٰ (سے ملنے) اور روزِ قیامت (کے آنے) کی امید ہو اور وہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہو!"

تب کیا یہ بات سوچنے کی نہیں کہ آج کا مسلمان صوم وصلوٰۃ کی پابندی اور دیگر ارکانِ اسلام کا تو تبع نہیں، جن کے بارے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تاکیدی احکام

موجود ہیں ــــــ ہاں آپؐ ہی کی محبت کے نام پر میلاد کے جلوسوں میں بہت سی غیر شرعی حرکات کا مرتکب ہو کر اپنے تئیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا محبِ صادق اور سچا امتی باور کرا لینا چاہتا ہے؟

آئندہ سطور میں ہم اسی مروجہ عید میلاد النبیؐ کا جائزہ لے رہے ہیں ــــ لعلّ فیہ کفایة لمن لہٗ درایة!

تاریخِ ولادت :

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت میں اختلاف ہے۔ چنانچہ کسی نے ۹ ربیع الاول، اور کسی نے ۱۲ ربیع الاول ولادت کا دن شمار کیا ہے۔ ہاں اس امر پر اتفاق ہے کہ ولادت باسعادت ماہ ربیع الاول میں دوشنبہ (سوموار) کے دن ہوئی تھی۔

جب اس روز پر اتفاق ہوا، تو پھر یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ دوشنبہ کا دن سوائے ۹ ربیع الاول کے کسی اور تاریخ سے مطابقت نہیں رکھتا۔

محمود پاشا فلکی نے، جو قسطنطنیہ کا مشہور ہیئت دان اور منجم گزرا ہے، علم ہیئت کے مطابق ایک زائچہ تیار کیا تھا۔ اس میں اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر اپنے زمانہ تک کے کسوف وخسوف (سورج گرھن، چاند گرھن) کا صحیح حساب معلوم کرکے بہ تحقیق یہ ثابت کیا ہے کہ آپؐ کے سن ولادت میں کسی حساب سے بھی دوشنبہ کا دن ۱۲ ربیع الاول کو نہیں آتا، بلکہ ۹ ربیع الاول ہی کو آتا ہے۔

مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی "تاریخِ اسلام" جلد اول، صفحہ ۸۷ پر لکھتے ہیں:

"آپؐ کی ولادت باسعادت ۹ ربیع الاول سنہ ۱ عام الفیل، ۲۲ اپریل ۵۷۱ء بروز سوموار ہوئی۔"

"تاریخ دول العرب والاسلام" میں محمد طلعت عرب نے بھی تاریخ ولادت ۹ ربیع الاول ہی کو صحیح قرار دیا ہے ــــ اگرچہ چند ایک "۱۲ ربیع الاول" کے بھی قائل ہیں، لیکن ان کی تعداد ان لوگوں کے مقابلے میں انتہائی قلیل ہے، جنھوں نے انتہائی محنت اور حساب کتاب کی باریکیوں سے ثابت کیا ہے کہ

آپ کی تاریخ ولادت باسعادت ۹ ربیع الاول ہے۔ چنانچہ امام حمیدیؒ، عقیلؒ، یونس بن زیدؒ، ابن کثیرؒ، ابن تیمیہؒ، ابن قیمؒ، اور حافظ ابن حجر عسقلانی رح وغیرہ علماء کی یہی رائے ہے۔

جب تاریخ ولادت ۹ ربیع الاول تحقق ہے، تو ۱۲ ربیع الاول کے تمام پروگرام غلط ہو گئے۔ اور اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ یوم ولادت ۱۲ ربیع الاول ہے، تو آپؐ کی وفات بھی ۱۲ ربیع الاول بروز دوشنبہ (سوموار) ہوئی تھی — عقل بہ فیصلہ کرتی ہے اور مشاہدہ بھی بتلاتا ہے کہ اگر خوشی اور غم بیک وقت جمع ہو جائیں تو خوشی پر غم غالب ہوتا ہے اور خوشی کے تمام پروگرام ملتوی کر دیئے جاتے ہیں —— آپؐ کی پیدائش صبح صادق کے وقت اور وفات چاشت کے وقت ہے، فیصلہ فرمائیں کہ کیا کرنا چاہیے؟

قاضی محمد سلمان منصور پوریؒ اپنی کتاب "رحمۃ للعالمینؐ" میں ولادت نبویؐ پر خاصی بحث کے بعد فیصلہ کرتے ہیں کہ:

"ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم موسم بہار میں دوشنبہ (سوموار) کے دن، ۹ ربیع الاول سنہ ۱ عام الفیل، مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء مطابق یکم جیٹھ سمت ۶۲۸ بکرمی کو مکہ معظمہ میں بعد از صبح صادق و قبل از طلوع نیر عالم تاب پیدا ہوئے۔" (رحمۃ للعالمینؐ، ج ۱ ص ۴۰)

مزید لکھا ہے:

"یوم ولادت باسعادت کو مکہ معظمہ میں صبح صادق کا طلوع، ۴ بج کر ۲۰ منٹ (دھوپ گھڑی کے گھنٹوں کے حساب سے) یا ۹ بج کر ۵۰ منٹ (حساب مروجہ حال عرب سے) ہوا تھا۔ اور آفتاب اس وقت برج حمل سے ۳۱ درجہ ۲۰ دقیقے پر تھا۔ اور تاریخ یکم جیٹھ کے شروع ہونے پر ۱۳ گھنٹے ۱۶ منٹ گذر چکے تھے۔" (حوالہ ایضاً)

اس سے موصوفؒ کی باریک بینی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

۱۲ ربیع الاول یوم وفات ہے یا یوم عید؟

صحیح روایات کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ

کو بروز سوموار، بوقتِ چاشت وفات پائی ــــ انا للہ وانا الیہ راجعون!

مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے بھی "ملفوظات" میں یومِ وفات ۱۲ ربیع الاول ہی لکھا ہے ــــ مقامِ غور ہے کہ آپؐ کے یومِ وفات پر اندھا دھند خوشیاں منانا، دوکانوں اور گھروں کو رنگ برنگ جھنڈیوں سے سجانا اور جشن منانا، کیا یہ آپؐ سے محبت کی نشانی ہے؟

اس ۱۲ ربیع الاول کو تو مدینہ منورہ میں کہرام برپا تھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بیان فرماتے ہیں:

"فلما کان یوم الذی مات فیہ اظلم منہا کل شئی" (مشکوٰۃ ص۵۴۷)

"آپؐ کی وفات کے دن گویا ہر چیز تاریک ہوگئی"

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ:

"میں نے اس قدر تاریک دن کبھی نہیں دیکھا، جس قدر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا دن! ــــ ابوبکر صدیقؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، عمر فاروقؓ ایسے بہادر اپنے حواس کھو بیٹھے ہیں، حضرت عثمان غنیؓ اور علی المرتضیٰؓ پریشان و مضطرب ہیں اور ازواج مطہراتؓ، امہات المومنین کی دنیا تاریک ہوگئی ہے۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کہہ رہی ہیں "اباجان کی وفات کا صدمہ جو مجھے پہنچا ہے، اگر یہ صدمہ روشن دنوں پر ڈال دیا جائے تو وہ راتوں میں تبدیل ہو جائیں!"

سوچیے، ۱۲ ربیع الاول کو تو مدینہ منورہ میں قیامت برپا تھی، اس لیے کہ اس دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے تھے، لیکن ہم اس دن خوشیاں منا رہے ہوتے ہیں ــــ فاعتبروا یا اولی الابصار!

كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ:

اگر عید میلاد النبیؐ منانا نیکی ہوتی، تو صحابہ کرامؓ اسے ضرور مناتے ــــ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اسے درخورِ اعتنا نہ جانا، نہ شریعت میں اس کی نشاندہی فرمائی ــــ چنانچہ جو کام شریعت میں نہ ہو، اسے نیکی اور ثواب سمجھ کر اختیار کرنا شرعی اصطلاح

ہیں بدعت کہلاتا ہے ۔ اور بدعت کے بارے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

"کلّ محدثۃ بدعۃ وکلّ بدعۃ ضلالۃ وکلّ ضلالۃ فی النّار"

"(شریعت میں) ہر نیا کام بدعت ہے، ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا مقام جہنم ہے"

اللہ تعالیٰ کے ہاں بدعتی کا کوئی عمل بھی قابلِ قبول نہیں ۔۔۔ نہ روزہ، نہ حج، نہ زکوٰۃ، نہ عمرہ، نہ جہاد ۔۔۔ غرضیکہ بدعتی اس طرح دائرۂ اسلام سے نکل جاتا ہے، جیسے گوندھے ہوئے آٹے سے بال! ۔۔۔ قیامت کے دن مسلمانوں کا ایک گروہ، جن کے چہرے اور ہاتھوں پہ وضو کے نشان ہوں گے، فرشتے انھیں حوضِ کوثر پہ جانے سے روک دیں گے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمائیں گے، "انھیں آنے دو، یہ میرے امتی ہیں" جواباً کہا جائے گا :

"انّك لاتدری ما احدثوا بعدك"

یعنی آپ نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں ایجاد کر لی تھیں ۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے :

"سحقاً سحقاً لمن غیّر بعدی"

"انھیں دُور کر دو، دُور کر دو، جنھوں نے میرے بعد (دین کو) بدل دیا"

(بخاری و مسلم)

پس جب ایسا کام، جو اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ کا حکم نہ ہونے کی وجہ سے مردود و نامقبول، اور اس کا کرنے والا معتوب ٹھہرا، تو پھر اس پر ثواب کی امید چہ معنی دارد؟ ۔۔۔ محنت برباد، گناہ لازم! ۔۔۔ پیسہ بھی گیا، محنت بھی گئی، اور بجائے ثواب کے گناہ پلّے پڑا! ۔۔۔ باعثِ ثواب یقیناً وہی امر ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہو!

اسلام میں عیدیں صرف دو ہیں :

حضرت انس رضؓ روایت کرتے ہیں، رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ منوّرہ تشریف لائے، تو اہلِ مدینہ کے ہاں سال میں دو دن مقرر تھے، جن میں وہ کھیلتے اور خوشیاں مناتے تھے ۔ آپؐ نے پوچھا، "یہ دو دن کیسے ہیں"؟ بتلایا گیا کہ "ہم زمانۂ جاہلیت سے ان دنوں میں کھیلتے اور خوشیاں مناتے چلے آرہے ہیں"۔ آپؐ نے فرمایا : "اللہ تعالیٰ نے ان کے

بدلہ میں تمہیں دو بہتر دن عطا فرما دیئے ہیں، عید الفطر اور عید الاضحیٰ!"

یہ روایت امام نسائی رحؒ نے نسائی میں ج ۱ ص۱۸۶ پر اور صاحب مشکوٰۃ نے مشکوٰۃ المصابیح کے ص۱۲۶ پر نقل فرمائی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ تہوار کے طور پر منانے کے لیے شرعی عیدیں صرف دو ہیں۔ چنانچہ جو شخص کوئی تیسری عید منانے کے لیے ایجاد کرتا ہے، وہ دین میں اضافہ کا مرتکب ہوتا ہے، جس کا حال اوپر بیان ہو چکا!

مروجہ عید میلاد کہاں سے آئی؟

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مبارک و بابرکت زمانہ گزرا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا دورِ سعید گزرا، تابعینؒ و تبع تابعینؒ اور ائمہ مجتہدینؒ کے ادوار بھی گزرے، لیکن یہ عید میلاد کہیں نظر نہ آئی ۔۔۔ حتیٰ کہ اسلام کی چھ صدیاں گزر گئیں، تب ساتویں صدی ہجری (۶۰۴ھ) میں ابو سعید کوکبوری ملقب بہ ملک المعظم مظفر الدین کوکبوری نے اسے رواج دیا۔ اس کے بعد ایک پیٹ پرست درباری ملّا ابنِ وحید نے اپنے اس رنگیلے آقا کو خوش کرنے کے لیے "کتاب التنویر فی مولد السّراج المنیر" نام سے ایک کتاب لکھ کر اس سے خوب انعام و اکرام حاصل کیا۔ ابنِ وحید کے متعلق میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۲۸، لسان المیزان ج ۴ ص۲۹۵ میں لکھا ہے کہ اس جیسا جھوٹا اور کذّاب کسی ماں نے کوئی دوسرا نہیں جنا!

مظفر الدین کوکبوری کے متعلق امام ابنِ جوزیؒ نے ایک شخص کا بیان لکھا ہے، جو میلاد کے دن مظفر الدین کے دسترخوان پر خود موجود تھا۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے دسترخوان پر پانچ ہزار بھنی ہوئی بکریوں، دس ہزار مرغیوں اور تیس ہزار حلوے کی پلیٹوں کا اندازہ لگایا ہے۔ یہ بادشاہ بھانڈوں اور گویّوں کو جمع کرتا، ان سے گانے سنتا اور خود بھی ناچتا تھا۔ پھر یومِ ولادت سے دو دن قبل اونٹ، گائے اور بکریاں ذبح کرکے، مختلف قسم کے کھانے پکا کر اہلِ مجلس میں تقسیم کرتا۔"

(تاریخ ابنِ خلکان ص۳۸۱)

(جاری ہے)